© rasailojaraid.com

قسط دوم:

غیر سُودی بینکاری

فقہی تصور، ضرورت واہمیت، اہم مسائل کی تحقیق

رُفقاء دارالافتاء والارشاد

جامعۃ الرشید کراچی

© rasailojaraid.com

شخص قانونی اور محدود ذمہ داری کی شرعی حیثیت:

شخص قانونی کا عرفی تصور:

جدید معاشی نظام اور قانون کی رو سے شخص قانونی کا تصور یہ ہے کہ قانونی طور پر منظور شدہ کمپنی بذات خود ایک ایسا مستقل وجود اور تشخص رکھتی ہے جو شیئر ہولڈر کے انفرادی وجود اور تشخص سے الگ ہوتی ہے، چنانچہ ہر کمپنی اس قانونی وجود کے ساتھ ایک شخص کا درجہ رکھتی ہے۔ جو مدعی اور مدعیٰ علیہ بن سکتا ہے، معاہدے کر سکتا ہے، اپنے نام پر جائیداد رکھ سکتا ہے، الغرض تمام معاہدات میں یہ عام شخص والا قانونی درجہ رکھتا ہے۔

شخص قانونی کا شرعی وجود:

اس امر میں دو رائے نہیں ہوسکتیں کہ شرعی لحاظ سے شخص حکمی (جسے آج کل کی اصطلاح میں شخص قانونی کہا جاتا ہے) کا وجود نہ صرف یہ کہ ممکن ہے بلکہ بعض ایسی مثالیں موجود ہیں جن کو متفقہ طور پر شخص قانونی سمجھا گیا ہے اور ان پر وہ احکام جاری کیے گئے ہیں جو شخص حقیقی کی خصوصیات ہیں، وقف اور بیت المال مسلمہ طور پر شخص حکمی ومعنوی ہیں، ان پر دائن مدیون، بائع مشتری، موجر مستاجر وغیرہ کے احکام واوصاف بھی جاری ہوتے ہیں، البتہ اس طرح کے عقود حسی وعملی طور پر انجام دینے کے لیے ان معنوی اشخاص کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

طرف سے متولئی وقف اور عامل بیت المال بطورِ نائب کام کرتے ہیں۔

شریعت نے ان اداروں کو شخص معنوی کی جو مستقل حیثیت دی ہے اس کی بنیادی وجہ مصلحت عامہ کے حصول کی صورت پیدا کرنا اور حاجت عامہ پوری کرنے میں سہولت حاصل کرنا ہے، کیونکہ ان اداروں سے عوام الناس کی مختلف ضرورتیں وابستہ ہیں اور وہ اس کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتیں کہ انہیں ایک یا چند اشخاص سے متعلق کرنے کی بجائے بذاتِ خود ایک صالح الذمہ شخص کی حیثیت دی جائے اور جو حقیقی اشخاص (متولی اعمال وغیرہ) ہیں۔انہیں اس شخص قانونی کا ترجمان، نائب اور ملازمان مان لیے جائیں، یہ اصولی بات علمی حلقوں میں مسلمہ ہے۔ایک اور اصولی بات فقہاءِ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بیان فرمائی ہے کہ جس کام پر لوگوں کی عادت قائم ہوگئی ہو، لوگوں کو اس سے ہٹانے میں حرج ہوتا ہے۔

چنانچہ فقہاءِ کرام فرماتے ہیں:

" فی نذع الناس عن عاداتهم حرج ". (شامی ۴/۵۵۵،مبسوط ۱۳/۳۷۸).

اس اصول کے لحاظ سے بھی جب ملک اور افراد کی بنیادی ضروریات اور بڑی بڑی اکثر معاشی وتجارتی سرگرمیاں ایسی اداروں سے متعلق ہوگئیں ہوں۔جو شخص قانونی کی بنیاد پر قائم ہیں تو ایسے میں لوگوں کو ان اداروں سے ہٹانے میں شرعاً حرج مانا جائے گا اور اس پر '' دفع حرج '' کا اُصول لاگو ہوگا۔

اب ان دو اصول کو لے کر یہ دیکھنا ہے کہ غیر سودی بینکوں کو شخص معنوی مانا جاسکتا ہے یا نہیں؟

غیر سودی بینکوں کو شخص معنوی کی حیثیت دینا:

پچھلے صفحات میں یہ بات تفصیل سے ثابت کی جاچکی ہے کہ بینک بحیثیت ایک تمویلی ادارہ ''حاجۃ الناس'' کے درجہ میں ہے اور حاجۃ الناس کی بنیاد پر فقہاءِ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے بے شمار معاملات کی خلاف غیر معمول اجازت دی ہے اور انہیں عام قواعد سے مستثنیٰ فرمایا ہے۔

بطورِ مثال:

۱)...... شرکۃ واجارہ میں یہ صورت درست نہیں کہ ایک شخص کی طرف سے مثلاً دکان کے منافع ہوں اور دوسرے کی طرف سے عمل ہو، کیونکہ یہ شرکت کے بنیادی اصول (کہ ہر شریک دوسرے کا وکیل ہو اور یہ کہ منافع کو رأس المال نہیں بنایا جاسکتا، نیز اجارہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے بنیادی اصول تعیین الأجرۃ) کے خلاف ہے، لیکن فقہاء کرام نے فرمایا ہے کہ تعامل الناس اور حاجۃ الناس کی وجہ سے یہ معاملات بطورِ شرکت جائز ہے۔

شمس الأئمۃ سرخسی نے فرمایا ہے کہ لوگوں کا تعامل اس طرح کے کاروبار پر قائم ہے، لہٰذا اسلام کی طرح حاجۃ الناس کی وجہ سے اسے جائز قرار دیا گیا ہے۔(محیط برہانی: ۵/۵۴۷)۔

في المبسوط :

" وإذ أقعد الصانع معه رجالا في دكانه يطرح عليه العمل بالنصف، فهو فاسد في القياس، لأن رأس مال صاحب الدكان منفعته، والمنافع لا تصلح أن تجعل رأس مال الشركة، ولأن المتقبل إن كان صاحب الدكان فالعامل أجيره بالنصف، وهو مجهول، والجهالة تفسد عقد الإجارة، وإن كان المتقبل هو العامل فهو مستأجر لموضع جلوسه من دكانه بنصف ما يعمل، وذلك مجهول .إلا أن استحسن فأجاز هذا لكونه متعاملا بين الناس، وفي نزع هذا العقد إذ ليس فيه نص يبطله " . (۱۳ / ۳۷۸) .

۲)...... حشرات الارض کی بیع عام اصول کے تحت درست نہیں، لیکن جن چیزوں سے لوگوں کی حاجت متعلق ہوئی تو فقہاء کرام نے انہیں اس ضابطہ سے مستثنیٰ قرار دیا، مثلاً شہد کی مکھیاں، علق (جونک) دودۃ القرمز (ایک قسم کا خشک مردہ کیڑا جو کپڑے رنگنے میں استعمال ہوتا تھا) سانپ وغیرہ کی بیع کو علامہ شامی نے عدمِ جواز سے حاجۃ الناس کی بناء پر مستثنیٰ قرار دیا ہے۔

(شامیہ: ۵/۶۸)۔

۳)...... پکی ہوئی روٹی میں وزناً بیع سلم اگر چہ طرفین کے نزدیک عام اصول کے تحت یعنی عددی متفاوت ہونے کی وجہ سے اور وزن میں ایک دوسرے سے کم وبیش ہونے کی وجہ سے درست نہیں، مگر اس مسئلے میں بھی حاجۃ الناس کی بناء پر امام ابوحنیفہؒ کے قول جوازِ پر فتویٰ ہے۔

قال في المحيط :"وعلى قول أبي يوسف يجوز وزنا، واختار المشايخ للفتوىٰ قول أبي يوسف إذا أتى بشرائط، لحاجة الناس. " (محيط برهاني: ۱۰/ ۲۹۳).

اسی طرح حاجۃ الناس ہی کی بناء پر امام محمد رحمہ اللہ نے استقراض الخبز وزناً وعدداً کو جائز فرمایا ہے اور فتویٰ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بھی پر اسی پر ہے۔ (شامیہ: ۱۶۲/۵) ۔

(متاخرین حنفیہ نے بیع الوفاء کے معاملے کو بعض احکام میں بیع فاسد، بعض میں بیع صحیح اور بعض میں رہن کے حکم میں قرار دے کر درست مانا ہے، نیز اس میں کیے گئے وعدوں کو جائز و لازم قرار دیا ہے، اس کی علت بھی محض حاجۃ الناس ہے، اس لئے کہ " فی نفسہ تو بیع الوفاء " عام قواعد کے خلاف ہے۔ (محیط برہانی: ۲۰۵/۷)، وغیرہ کتب فقہ)۔

۵)...... خود عقد اجارہ، عقد سلم و استصناع، شرکت اعمال، شرکت وجوہ ایسے عقود ہیں جو عام قواعد کے لحاظ سے درست نہیں لیکن حاجۃ الناس کی وجہ سے جائز قرار دے گئے ہیں (عامۃ الکتب)۔

۶)...... اجارۃ الدلال والسمسار اصل کے لحاظ سے جائز نہیں، لیکن حاجۃ الناس کی وجہ سے جائز ہے۔ جیسا کہ علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فی الشامیة :

" ...... أرجو أنه لا بأس به وان كان في الأصل فاسدا لكثيرة التعامل، وكثير من هذا غير جائز فجوز وه لحاجة النا س اليه كدخول الحمام " . (۶۳/۶).

۷)...... قیاس علی الغائب درست نہیں لیکن قضاء بالنفقۃ الغائب درست ہے، لحاجۃ الناس۔ (فتح القدیر: ۹/ ۴۳)۔

۸)...... قیاس کی رو سے عقد مزارعۃ بھی جائز نہیں، جیسا کہ امام صاحب کا قول ہے لیکن حاجۃ الناس کی وجہ سے فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے۔ (شامیۃ: ۶/ ۲۷۵) ۔

۹)...... وصیت تملیک مضاف الی المستقبل ہونے کی وجہ سے جائز نہیں ہونا چاہیے، لیکن حاجۃ الناس کی وجہ سے استحساناً جائز ہے۔ (فتح القدیر: ۹/ ۳۴۳)۔

۱۰)...... خیارِ شرط بھی اصول کے لحاظ سے " شرط يخالف مقتضى العقد، وفيه نفع لأحد المتعاقدين " ہے، لیکن حاجۃ الناس کی وجہ سے قیاس کا اعتبار نہیں کیا گیا اور بیع و اجارہ اور دوسرے عقود لازمہ میں اس کی اجازت دی گئی ہے۔ (بدائع: ۹/ ۳۲۸)۔

۱۱)...... کرایہ پر سواری فراہم کرنے والے سے غیر متعین سواری کرایہ پر لینا جائز ہے، لحاجۃ الناس، کیونکہ اگر متعین سواری کرایہ پر لی جائے تو اس میں خرابی آنے کی صورت میں مستاجر دوسرے سواری کے مطالبہ کا حق نہیں رکھتا اور ہو سکتا ہے کہ اس وجہ

© rasailojaraid.com

سے وہ اپنا مقصد پورا نہ کر سکے تو اس کے پیش نظر فقہاء نے حاجۃ الناس کی وجہ اس جہالت کا اعتبار نہیں کیا، کیونکہ تعامل قائم ہونے کی وجہ سے جهالة مفضی الی النزاع نہیں ہے، اسی طرح :

" استیجار الحمام بدون علم المدة وقدرة الماء الذي يستعمل فيه " . جائز ہے۔

حاجة الناس (بدائع: ۹/ ۳۳۲)أنواع شرائط ركن الاجارة).

سلم في الثياب بھی تفاوت پائے جانے کی وجہ سے اصولاً جائز نہیں لیکن حاجۃ الناس اور تعامل الناس کی وجہ سے جائز قرار دیا گیا۔ (بدائع:۴/۴۴۲)۔

اس طرح کی مثالوں اور فقہی جزئیات سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ حاجۃ الناس کی بنیاد پر ایک عمومی ضابطے سے ہٹ کر حکم تجویز کیا جا سکتا ہے، بینک اور کمپنی کو شخص قانونی کا تصور دیا جانا بھی حاجت عامہ حسی، دنیاوی بھی ہے اور شرعی بھی، شرعی لحاظ سے تو بینک یا کسی بھی کمپنی کے شخص قانونی ہونے اور سارے عقود اس کے ساتھ متعلق ہو جانے کی ضرورت یہ ہے کہ اگر ان اداروں کو معاملات میں فریق نہ بنایا جائے، بلکہ ڈائریکٹران کو اصیل مانا جائے تو کسی ڈائریکٹر کے فوت ہونے یا اس کا ادارے سے نکل جانے سے عقد منسوخ ہو گا اور اس کی جگہ جو نیا آدمی آئیگا اس کے ساتھ عقد جدید کی ضرورت ہوگی، جبکہ ایسا ہونا کثیر الافرادی معاملات میں انتہائی مشکلات کا باعث ہے، اور جب بینک (شخص قانونی) ہی کو فریق معاملہ مانا جائے تو ڈائریکٹران میں کلی جزوی تبدیلی کی صورت میں عقد قائم رہے گا، نیز اس صورت میں اگر کوئی رب المال یہ چاہے کہ جب تک یہ موجودہ ڈائریکٹران ہوں گے میرا معاملہ بینک کے ساتھ رہے گا، ورنہ نہیں تو وہ ایسا کر سکتا ہے اور پھر یہ مضاربت مقیدہ ہو جائے گی، شرط پوری نہ ہونے کی صورت میں اس کو خود بخود معاملہ سے نکلنے کا حق حاصل ہو جائے گا۔ (بحوث:۲/۱۶۷)۔

حسی اور دنیاوی لحاظ سے ان اداروں کا شخص قانونی ہونا اور اس طرز عمل پر کام کرنا اس لئے ضروری ہے کہ یہ ملک کا قانون ہے، اگر اس کی پاسداری نہ کی جائے تو یہ تو ظاہر ہے متعدد مشکلات پیش آجائیں گے، نیز ان اداروں سے رابطہ کرنے والوں کے اعتماد میں بھی کمی آجائیگی اور انہیں جو قانونی تحفظ حاصل تھا وہ نہیں رہیگا، بلکہ یہ ایک عام شخصی معاملہ ہو جائے گا، جس کے لئے ذاتی تعارف اور جان پہچان کی ضرورت ہوتی ہے، جو ظاہر ہے ارباب الاموال اور بینک ڈائریکٹران کے درمیان عموماً نہیں ہوتی۔

بلکہ اگر دیکھا جائے تو ان اداروں کو ایک شخصی معنوی کی حیثیت دینے والا یہ ملکی قانون کوئی ایسا قانون نہیں جو حکمرانوں نے شخصی مفادات کے تحت بنایا ہو، بلکہ اس قانون کے بنانے میں مصلحت عامہ (لوگوں کے اموال کی حفاظت اور ملکی معیشت کو فروغ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دینا) پیشِ نظر ہے، لہٰذا اولی الأمر کے جائز اور مبنی بر مصلحت احکامات کی اطاعت کا حکم اس پر لاگو ہوگا، اس لحاظ سے شرعی پابندی کا پہلو بھی اس میں واضح طور پر موجود ہے۔

شخصی قانونی کی نفی کرنے میں ان مشکلات سے دوچار ہونا پڑتا ہے، جبکہ اسے تسلیم کرنے کی صورت میں (محدود ذمہ داری کے علاوہ جس پر آگے بحث آئے گی) کسی کا کوئی نقصان بھی نہیں، اس صورت میں واحد رکاوٹ یہ اصولی قاعدہ ہے کہ معاملات کے لیے ذمہ صالحہ ہونا لازم ہے جبکہ شخص قانونی کا ذمہ صالحہ نہیں ہے۔

مذکورہ بالا فقہی جزئیات سے واضح ہو چکا کہ حاجۃ الناس کے پیش نظر عمومی قواعد وضوابط سے عدول کیا جاسکتا ہے تو اس اصول کے پیش نظر زیر بحث مسئلے میں بھی بقدرِ ضرورت عمومی ضابطے سے عدول کیا جاسکتا ہے کہ ملکی اور بین الاقوامی قانون کے مطابق شخص قانونی کو بے جان ہونے کے باوجود معاملہ کا حقیقی واصلی فریق تسلیم کیا جائے اور عملاً معاملات انجام دینے کے لیے بینک کے مختلف ملازمین میں سے ہر شخص کو اس شخص قانونی کا ملازم واجیر تسلیم کیا جائے۔ اس کے نظائر شریعت میں موجود ہیں:

اوقاف، بیت المال، مدارس (وغیرہ معنوی اشخاص) اپنی ادارہ جاتی حیثیت میں عقود ومعاملات صدیوں پر نکیر نہ ہونا اجماع سکوتی کی ایک مثال بن سکتی ہے۔ جب ان اداروں میں حاجتِ عامہ ہی کی بنیاد پر بینک اور کمپنی کو بھی ادارہ جاتی حیثیت میں معاملات انجام دینے اور عقود میں فریق بننے کا اہل مانا جاسکتا ہے۔

بینک کے شخص قانونی ہونے کی صورت میں عملہ کی شرعی حیثیت:

بینک سے متعلق لوگوں میں کسٹمرز کی شرعی حیثیت تو ظاہر ہے کہ مختلف معاملات کے اعتبار سے مختلف ہوتی رہتی ہے، کسٹمرز کے علاوہ بینک سے تین طرح کے لوگ متعلق ہوتے ہیں:

۱)...... شیئر ہولڈرز یعنی مالکان۔

۲)...... صدر سے نیچے بینک کا عملہ جس کا تعلق بینک کے مینجمنٹ اور انتظام وانصرام سے ہوتا ہے۔

۳)...... ڈائریکٹران۔

ان تین میں شیئر ہولڈرز ظاہر ہے کہ بینک یعنی شخص قانونی کے مالکان ہیں اور شخص قانونی ان کا مملوک ہے اور جہاں تک بینک کے انتظامی عملہ کا تعلق ہے یعنی صدر، شریعہ ایڈوائزر اور نیچے کے وہ تمام لوگ جو بینک میں کام کرتے ہیں، ان کی شرعی حیثیت بھی واضح ہے کہ یہ بینک یعنی شخص قانونی کے اجیر اور ملازم ہیں، البتہ ڈائریکٹران کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ تو اس کا دار ومدار

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس پر ہے کہ بینک کی مجلسی ادارہ یعنی بورڈ آف ڈائریکٹرز کیونکہ بینک سمیت کسی بھی کمپنی میں بورڈ آف ڈائریکٹرز کے انتخاب کا جو قانونی طریق کار ہے اس کے مطابق ڈائریکٹران کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں، ذیل میں تینوں اور ہر صورت میں ڈائریکٹران کی شرعی حیثیت ملاحظہ ہو:

۱)...... کمپنی کے شیئر ہولڈرز یعنی مالکان تعداد میں کم مثلاً چار یا پانچ ہوں اور وہ سارے ہی ڈائریکٹران بھی ہوں یہ صورت عملاً واقع نہیں، لیکن بھی اگر ایسا ہو تو اس صورت میں یہ لوگ شخص قانونی کے نائبین ہوں گے ملازم نہیں، لہٰذا کاروبار کے حصہ منافع کے علاوہ کسی تنخواہ کے حقدار نہیں ہوں گے۔

۲)...... کمپنی کے مالکان میں سے بعض بطور ڈائریکٹر خدمات انجام دیں، اپنی طرف سے بطور اصیل اور دوسرے مالکان کی طرف سے بطور وکیل، اس صورت میں حضرت مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی تحقیق کے مطابق یہ ڈائریکٹران دوسرے مالکان وشرکاء (شیئر ہولڈرز) سے تنخواہ لے سکتے ہیں۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو احسن الفتاویٰ: ۷/۳۲۱)۔

۳)...... کمپنی کے مالکان (شیئر ہولڈرز) میں سے جو لوگ بورڈ آف ڈائریکٹرز میں بیٹھنے کے قانونی حقدار ہیں، وہ خود بورڈ میں نہ بیٹھیں، بلکہ اپنی طرف سے کچھ خارجی لوگوں کو ڈائریکٹر منتخب کریں، جنہیں عموماً سالانہ اعزازیہ دیا جاتا ہے، یہ لوگ بھی مالکان یعنی بینک کے جتنے شیئر ہولڈرز ہیں ان کے حصے سے اُجرت لے سکتے ہیں، مگر یہ اُجرت یا اعزازیہ معلوم ومتعین ہونا ضروری ہے۔

واضح رہے کہ دوسری تیسری صورت میں ڈائریکٹران کی حیثیت اجیر وملازم کی ہے لیکن ان دونوں صورتوں میں یہ ڈائریکٹران مالکان کے ملازمین ہیں، لہٰذا ان کی تنخواہیں، مراعات وغیرہ بھی مالکان کے حصہ سے دینا ضروری ہے، کاروبار کے مجموعی منافع (جس میں ڈیپازٹرز کا حصہ بھی ہوتا ہے) سے دینا جائز نہیں، البتہ ڈائریکٹران کے علاوہ انتظامیہ جو کاروبار سے بذات خود منسلک ہے، اس کی تنخواہیں وغیرہ مجموعی منافع سے ادا کرنا درست ہے۔

" قال في جامع الفصولين : "ولو كان المتولي أمياً فاستاجر من يكتب حسابه ، فالا جر يجب في ماله لا الو قف " . (۲/ ۲۹).

محدود ذمہ داری کا تصور:

" محدود ذمہ داری " جدید قانونی اور معاشی اصطلاح کے مطابق ایک ایسی صورت حال ہے جس میں کسی کاروبار

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کا شریک یا شیئر ہولڈر خود کو اس رقم سے زائد ذمہ داری اُٹھانے سے محفوظ بنا تا ہے جو رقم اس نے محدود ذمہ داری والی کمپنی یا شراکت میں لگائی ہے، اگر کاروبار کو خسارہ ہو جاتا ہے تو ایک شیئر ہولڈر زیادہ سے زیادہ جو نقصان اٹھائے گا وہ یہ ہوگا کہ وہ اپنا اصل رأس المال کھو بیٹھے گا، لیکن یہ خسارہ اس کے ذاتی اثاثوں تک نہیں پہنچے گا۔

محدود ذمہ داری کا شرعی حکم:

مدیون بن جانے کی صورت میں شرعی لحاظ سے فارغ الذمہ ہو جانے کی صرف دو ہی صورتیں ہیں: اداء یعنی صاحبِ حق کو اداء کرنا یا ابراء یعنی صاحب حق اپنا حق معاف کر دے، اس کے علاوہ کوئی اور صورت نہیں ہے، لہٰذا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ محدود ذمہ داری کا تصور اپنے عمومی معنی میں خلافِ شرح ہے اور اس تصور و قانونی جواز کے تحت دنیا میں اگر کوئی صاحبِ حق اپنے حق کا مطالبہ نہ کر سکے تو آخرت میں ضرور اس کو مطالبے کا حق ہوگا۔

دوسری تعبیر میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اگر چہ وہ قانونی لحاظ سے بری الذمہ ہوگا لیکن دیانۃً بری الذمہ نہیں ہو سکتا۔

وفی الدر: " والدین الصحیح ہو ما لا یسقط الا بالأ داء أو الا براء ولو حکما بفعل یلزمہ سقوط الدین، فیسقط دین المھر بمطاو عتھا لابن الزوج .... " (۳۰۲/۵).

محدود ذمہ داری کی جو مثالیں عموماً دی جاتی ہیں ان میں سے جہاں تک رب المال کے بری الذمہ ہونے کی مثال ہے تو وہ متعارف محدود ذمہ داری سے اس لیے مطابقت نہیں رکھتی کہ رب المال نے جب دین اور قرض لینے کی اجازت ہی نہ دی ہو تو شرعاً قرض کی ادائیگی اس کی ذمہ داری ہی نہیں بنتی، لہٰذا وہاں متعارف محدود ذمہ داری کی سی صورت نہیں ہوتی۔

عبد مأذون کی صورت اس لیے نظیر نہیں بن سکتی ہے کہ وہاں جو صاحبِ معاملہ (عبد ماذون) ہے وہ اپنی اہلیت اور صلاحیت کے تحت معاملہ کرتا ہے، یعنی کسی کا نائب ہو کر معاملہ نہیں کرتا، بلکہ بذاتِ خود اپنی حیثیت میں بطورِ اصیل معاملات انجام دیتا ہے اور اس کی ذمہ داری محدود بھی نہیں ہوتی، بلکہ اس کے جو دیون ہوتے ہیں، وہ پہلے اس کے کسب و کمائی سے پورے کیے جاتے ہیں، اگر پورے نہ ہو سکیں تو اس کی ذات فروخت کی جاتی ہے، اگر اس سے بھی پورے نہ ہو سکیں تو آزاد ہونے کے بعد اس سے مطالبہ ہوتا ہے، اس کے بعد بھی اگر وہ ادائیگی نہ کر سکے تو آخرت میں اس سے مطالبہ ہوگا الا یہ کہ قرض خواہ اسے معاف کر دیں۔

غور کیا جائے تو عبد مأذون کے معاملہ کی حقیقت یہ ہے کہ جب تک وہ مدیون نہ ہو تو وہ اس کی ساری کمائی مولیٰ کی ملکِ تام میں ہوتی ہے، لیکن جیسے جیسے یہ مدیون بننا شروع ہوتا ہے تو اس پر مولیٰ کے مالکانہ حقوق و اختیارات کم ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پہلے اس کے رقبہ اور کسب کا مالک مولیٰ ہوتا ہے، لیکن جب مدیون ہو اور دین بقدر کسب ہو تو اس کی کمائی مولیٰ کی ملک سے نکل جاتی ہے، چنانچہ اس میں مولیٰ کا کوئی تصرف صحیح نہیں ہوتا، پھر جب دیون مزید بڑھ کر کسب کے احاطۂ کفایت سے نکل کر رقبہ کو محیط ہو جاتے ہیں تو پھر اس کے رقبہ اور ذات پر بھی مولیٰ کو عمومی مالکان اختیارات باقی نہیں رہتے۔ اسے بیچ نہیں سکتا نہ ہبہ کر سکتا ہے، چنانچہ اگر وہ ایسا کرے تو وہ غرماء کے لیے ان کے دیون کا ضامن ہوتا ہے۔ مولیٰ صرف اسے آزاد کر سکتا ہے جو دائنین کے حق میں ایک غیر مضر تصرف ہے، کیونکہ آزاد ہونے کے بعد دائنین کا مطالبہ حسب سابق باقی رہتا ہے۔

اس تفصیل سے واضح ہوا کہ غلام محاط بالدین ہونے کی صورت میں مولیٰ سے اجنبی شخص بن کر خالص اپنی ذمہ داری پر تصرفات کرتا ہے اور اس وجہ سے مولیٰ اس کے تصرفات کے نفع ونقصان کا ذمہ دار نہیں ہوتا لہٰذا ایسی صورت میں عبد ماذون کے مسئلے سے یہ تصور اخذ نہیں کیا جا سکتا کہ ایک شخص ایک چیز سے آخر وقت تک کلی طور پر منتفع ہوتا رہے اور بعد میں اس کی ذمہ داریوں سے کلی یا جزوی طور پر بری ہو جائے۔ جیسا کہ محدود ذمہ داری کا عصری اور قانونی تصور ہے، اس بناء پر اس تصور کو مطلقاً شرعی نہیں کہا جا سکتا۔

" في الشامية : " وكل دين وجب عليه بتجارة أوما في معناه...... يتعلق برقبته يباع فيه ولهم استسعاء بحضرة مولاه أو نائبه ، لا حتمال أن يفديه ، بخلاف بيع الكسب ، فانه لايحتاج الى حضور المولىٰ، لان العبد خصم فيه، ويقسم ثمنه بالحصص ، ويتعلق بكسب حصل قبل الدين أو بعده، عتقه ، لتقرر الدين في ذمته وعدم وفاء الرقبة ......

أحاط دينه بماله ورقبته لم يملك سيده مامعه ، فلم يعتق عبد من كسبه بتحرير مولاه ، وقالا: يملكه ، لأنه وجد سبب الملك في كسبه ، وهو ملك رقبته ، ولهذا يملك اعتاقه، وله أن ملك المولىٰ انما يثبت خلافةً عن العبد عند فراغه عن حاجته، والمحيط به الدين مشغول بها فلا يخلفه، ولو اشترىٰ ذارحم محرم من المولىٰ لم يعتق ولو ملكه لعتق ، ولو أتلف المولىٰ مافي يده من الرقيق ضمن ، ولو ملكه لم يضمن. وصح تحريره اجماعاً ، ان لم يحط ماله بدينه ورقبته ، وصح اعتاقه ، أي العبد المأذون) حال كون المأذون مديونا ولو بمحيط ، وضمن المولىٰ للغرماء الأقل من دينه وقيمته، وان شاؤا اتبعوا العبد بكل ديونهم ، وبا تباع أحدهما لا يبرأ الاخر، وطولب بما بقي من دينهم بعد عتقه "

(شامية: ٦/١٦٣، ١٦٨).

بینک کو شخص قانونی قرار دینے سے بھی محدود ذمہ داری کا جواز نہیں نکل سکتا، کیونکہ پہلے یہ واضح ہو چکا ہے کہ بینک اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مالیاتی اداروں کو شخص قانونی قرار دینا عمومی اصول سے ہٹ کر حاجۃ الناس کے تحت ایک استثنائی صورت ہے اور قاعدہ ہے کہ

" الضرورۃ تتقدر بقدر الضرورۃ "

نیز یہ قاعدہ تو موجود ہے کہ:

" الضرورۃ الأ شد یذال بالضرر الأخف " . (مجلہ: مادۃ: ۲۷).

لیکن اس کے عکس ہی لازم آتا ہے، کیونکہ کسی شخص کے مالی حقوق کی ادائیگی (قرض وغیرہ) شرعاً فرض کے درجے میں ہے، اس کے خلاف ورزی کا ارتکاب حرام ہے، جو کہ محدود ذمہ داری کی صورت میں لازم آتا ہے، شریعت نے صرف اکراہ ملجی کی صورت میں اس کے ارتکاب کی اجازت دی ہے (اگرچہ اس ضمن میں بھی کوئی ذمہ سے فارغ نہیں ہوتا)۔

" لأن الاضطرار لا یبطل حق الغیر "

لہٰذا محدود ذمہ داری کی ضرورت اس درجے کی نہیں ہے کہ اس کی وجہ سے ایک فرض کے ترک کرنے اور حرام قطعی کے ارتکاب کی گنجائش نکل آئے، ہاں حاجت کے درجے میں ضرورت ہے جس کے حل پر بحث آئندہ عنوان کے تحت کی جائے گی۔

شخص قانونی کی جو مثالیں شرعاً ثابت ہیں مثلاً وقف، اس کے نائبین کو بھی یہ اجازت نہیں ہے کہ محض ترقی اور بہتر سے بہتر بنانے کے لیے قرضے وصول کرتے رہیں، اگر وہ ایسا کریں گے تو خود اس کی ادائیگی کے ضامن ہوں گے، وقف کے لیے قرض لینے کا جواز ایک تو امر حاکم سے مشروط ہے، دوسری شرط ضرورتِ شدیدہ کی ہے، ان شرائط کے تحت لیے گئے قرضہ کی ادائیگی وقف کی آمدن سے کی جائے گی، اگر وقف کی آمدن سے قرض کی ادائیگی نہ ہو سکے تو عقد میں اس کا حکم صراحتاً تو نہیں بلا، لیکن قواعد کی رو سے بیت المال اس کی ادائیگی کرے گا، کیونکہ یہ حاجتِ عامہ سے متعلق اخراجات کے تحت آتا ہے، لہٰذا اس مسلمہ شخص قانونی کی مثال میں بھی کسی کا حق بالکل ضائع ہو جانے کی کوئی صورت نہیں نکلتی۔

في شرح التنویر :

" لاتجوز الاستدانة علی الوقف الا اذا احتیج الیها لمصلحة الوقف ، فیجوز بشرطین: الأول اذن القاضي . الثاني أن لا تتیسر اجارة العین والصرف من أجرتها " .

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وفي الحاشية:

وهذا بخلاف الوصي فان له أن يشتري لليتيم شيئاً بنسيئة بلا ضرورة ، لأن الدين لا يثبت ابتداء الا في الذمة ، واليتيم له ذمة صحيحة، وهو معلوم فتصور مطالبته ، أما الوقف فلا ذمة له، والفقراء وان كانت لهم ذمة لكن لكثرتهم لا تتصور مطالبتهم ، فلا يثبت الا على القيم . وما وجب عليه لا يملك قضاء من غلة الفقراء ، ذكره هلال ، وهذا هو القياس ، لكنه ترك عند الضرورة ، كما ذكره أبو الليث ، وهو المختار : أنه اذا لم يكن من الاستدانة بد، تجوز بأمر القاضي ان لم يكن بعيداً عنه، لأن أعم في مصالح المسلمين. وقيل : تجوز مطلقاً للعمارة، والمعتمد في المذهب الأول. أما ماله منه بد كالصرف على المستحقين ، فلا " . (۴/۴۳۹).

بڑے مالیاتی اداروں میں محدود ذمہ داری کی ضرورت اور اس کا شرعی حل:

یہ تو واضح ہوا کہ شرعی لحاظ سے محدود ذمہ داری کے موجودہ قانونی تصور کو کلی پر درست نہیں کہا جا سکتا، لیکن دوسری طرف دیکھا جائے تو اس کی ضرورت بھی ہے، کیونکہ اگر سرمایہ داروں کو یہ تحفظ حاصل نہ ہو کہ ان کی ذمہ داریاں ان کی دیگر ذاتی املاک تک متجاوز نہ ہوں گی، تو وہ کسی بھی بڑی سرمایہ کاری میں پورے حوصلے اور اطمینان کے ساتھ حصہ نہیں لیں گے اور وسیع پیمانے پر سرمایہ کاروں کے بڑے سرمایہ کو متحرک کرنے کی صورتیں ختم ہو جائیں گی، جس کے نتیجے میں کاروباری سرگرمیاں انتہائی کم اور محدود ہو کر رہ جائیں گی، جس کا اثر پورے ملک اور معاشرے پر ہوگا۔ اس بناء پر اس کا کوئی شرعی اور عادلانہ حل نکالنا فتوئی کی رو سے اگر لازم نہیں تو بہتر ضرور ہے۔

زیر بحث صورت یعنی غیر سودی بینکوں کے حوالہ سے محدود ذمہ داری کا حل بہت آسانی سے میسر ہے، کیونکہ غیر سودی بینکوں کی اکثر رقوم اور کاروبار اپنی شرعی کیفیت کے لحاظ سے ایسے ہیں کہ ان کی ذمہ داری شرعاً بینکوں پر صراحتاً تعدی اور بے اصولی کا ارتکاب کیے بغیر عائد نہیں ہوتی۔

بینک کے "اکاؤنٹ فارم" صفحہ نمبر اشق ۱،۳ کے مطابق غیر سودی بینکوں کا معاملہ سرمایہ لگانے والوں کے ساتھ کرنٹ اکاؤنٹ کے علاوہ مضاربت کا ہوتا ہے جس میں سرمایہ لگانے والے ارباب الأموال اور بینک مضارب ہے، پھر بینک اگر اپنی رقم بھی کسی صورت میں لگائے تو اس صورت میں بینک اپنے سرمایہ کی حد تک شریک اور ارباب الأموال کی بانسبت ہی ہے اور شرعاً یہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بات طے ہے کہ مضارب جب تک طے شدہ اصول کے مطابق کام کرتا ہے، کسی غفلت اور بے قاعدگی کا ارتکاب نہ کرے تو وہ امین ہوتا ہے، اگر اس کی تعدی کے بغیر کسی وجہ سے وہ اموال ضائع ہو جاتے ہیں تو اس پر ضمان نہیں، (شامیہ: ۵/۶۵۶) اس طرح لاکرز میں جو اشیاء پڑی ہوتی ہیں وہ بھی بینک کے پاس بطور امانت ہوتی ہیں، ان کا بھی یہی حکم ہے، لہٰذا غیر سودی بینکوں کی اکثر سرگرمیوں میں ان کی ذمہ داری خود بخود محدود ہے۔

صرف کرنٹ اکاؤنٹ (جو شرعاً قرض لینے کی ایک صورت ہے) کے حوالے سے یہ مشکل پیش آسکتی ہے، لیکن اگر دیکھا جائے تو عموماً کرنٹ اکاؤنٹ میں رقوم جمع کرنے والے اپنی رقم کی حفاظت کی خاطر خود بینک جا کر اپنی رقوم جمع کراتے ہیں اور بینک کے کردار اور مالی حالت کو دیکھ کر علی وجہ البصیرۃ ایسا کرتے ہیں، لہٰذا جب بینک خود قرض طلب نہیں کرتا، بلکہ رجوع کرنیوالوں کی طرف سے ہی اقراض کی پیشکش ہوتی ہے، تو ایسے میں اگر بینک قرض دہندگان سے ابراء کے ایک واضح معاہدہ نامے پر دستخط لے کر شروع میں ہی اُن پر یہ بات واضح کردے کہ دیوالیہ ہونے، ڈاکہ پڑنے، آگ لگ جانے یا غیر معمولی صورتحال پیش آنے کی صورت میں ہم آپ کی رقم واپس کرنے سے عاجز ہوں گے اور آپ کی طرف سے دنیا و آخرت میں بری شمار ہوں گے، تو اس طرح ابراء کا معاملہ کرنے کے بعد معاہدہ میں درج صورتوں میں کوئی صورت پیش آنے کی صورت میں شرعی طور پر بھی بینک کے مالکان اور اس کے عملہ کا ذمہ دنیا و آخرت میں فارغ سمجھا جاسکتا ہے۔

فقہی لحاظ سے ''ابرءِ مقدم'' کے اس معاہدہ میں کوئی اشکال نہیں ہونا چاہیے، کیونکہ اس سے بینک کا مقصد کسی کا استحصال نہیں ہوگا اور صاحب حق بھی اپنی مرضی کے ساتھ خاص حالات میں مستقرض کو بری الذمہ قرار دے گا، جس کو شرعاً ناجائز نہیں کہا جاسکتا کیونکہ ''ابرءِ مشروط'' دوسرے فقہی مذاہب میں تو ویسے ہی جائز ہے، جبکہ فقہ حنفی میں بھی ابراء کو ''شروط متعارفہ'' اور ''شروط ملائمہ'' کے ساتھ معلق کرنے کی گنجائش دی گئی ہے اور بینک کے دیوالیہ ہو جانے، آگ لگ جانے، ڈاکہ پڑ جانے یا دوسری کوئی غیر معمولی صورت حال پیش آنے کی صورت میں ''براءۃ الذمہ'' کی اس شرط کو آج کل کے ''ادارہ جاتی معاشی نظام'' کے تناظر میں معروف کہا جاسکتا ہے، پھر یہ شرط عقد ابراء کے ساتھ ملائم اس لحاظ سے بھی ہے، کہ اس قسم کی غیر معمولی صورتحال براءۃ الذمہ کا تقاضا کرتی ہے، کیونکہ ابراء عموماً ایسے ہی موقعوں پر کیا جاتا ہے، لہٰذا اس شرط کے معروف و ملائم ہونے کی وجہ سے اس کے ساتھ ابراء کے تعلق کو ہمارے خیال میں حنفیہ کے موقف پر بھی درست قرار دیا جاسکتا ہے، دوسرے اہل علم اس پر غور فرمالیں۔

" قال في التنوير وشرحه: والا براء عن الدين (أي لا يصح تعليقه بالشرط) لأنه تمليك من وجه، الا اذا كان الشرط متعارفا " . (۵/ ۲۴۴).

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ابراء کی ایک نظیر کفالت بھی ہے، چنانچہ اصل قاعدہ کی رو سے ان دونوں میں اس بناء پر تعلیق بالشرط درست نہیں کہ ان میں تملیک کا معنی پایا جاتا ہے، مگر اس کے ساتھ ساتھ ان میں سے ابراء میں اسقاط اور کفالت میں نذر کے معنی بھی پائے جاتے ہیں، اس لحاظ سے ان دونوں میں تعلیق بالشرط درست ہونی چاہیے، چنانچہ کفالت میں تقاضوں کی رعایت کرتے ہوئے "تعلیق الکفالۃ بالشرط" کے متعلق فقہاءِ کرام فرماتے ہیں:

" فان كفل بنفسه على أنه ان لم يواف به غدا فهو ضامن ، ولم يسلمه غدا ، لزمه، خلافا للشافعي . له أنه ايجاب المال بالشرط فلايجوز كالبيع ، قلنا: انه يشبه البيع ويشبه النذر ، فان علق بشرط ملائم يصح ، وبغير ملائم لايصح ، عملاً بالشبهين " . (شرح الوقاية: ۹۴).

وفي الحاشية:

" وفي الهداية : لا تصح الكفالة بمطلق الشرط كهبوب الريح،وتصح بشرط متعارف. فكأنه (أي صاحب الهداية) أراد بمطلق الشرط : الشرط الغير الملائم ، وبالمتعارف :الملائم، والمراد بالملايمة الاقتضاء بالعقد ، وبغير الملائم أن لايكون له تعلق بالعقد " .

(حاشية شرح وقاية للعلامة فتح محمد رحمه الله : ۹۵/۳).

محدود ذمہ داری کے تصور کا معاملات کی صحت پر اثر:

بالفرض اگر مان لیا جائے کہ محدود ذمہ داری کے قانون وتصور کا کوئی شرعی جواز نہیں نکل سکتا تب بھی اس کا اثر فقط اتنا ہی ہوگا کہ ذمہ داری محدود ہونے کی یہ شرط لگانا لغو اور ناجائز ہو، باقی نہ تو اس کی وجہ سے لیا ہوا قرض فاسد ٹھہرے گا کہ اس کا استعمال جائز نہ ہو اور نہ ہی بینک کے دوسرے معاملات جو اس نے مضاربہ یا مشارکہ یا عقود ستہ میں سے کسی عقد کے تحت انجام دیے ہوں فاسد اور ناجائز ہوں گے، بلکہ یہ معاملات اگر اپنی شرائط کی رعایت کے ساتھ کیے جائیں گے تو ان کے جواز پر کوئی فرق نہیں پڑے گا، لہٰذا یہ کہنا کسی طرح درست نہیں ہوگا کہ جو ادارہ بھی محدود ذمہ داری کے تصور پر قائم ہوگا اس کے سارے معاملات ناجائز ہوں گے اور ان میں ملازمت یا ان کے ساتھ کاروباری روابط رکھنا درست نہ ہوگا۔ ورنہ اس وقت ملکی اور بین الاقوامی طور پر تقریباً پورا معاشی نظام محدود ذمہ داری کے حامل اداروں کے ذریعے ہی چل رہا ہے، بینک ہی نہیں تمام کمپنیاں لمیٹڈ ہوتی ہیں، اس لیے اگر محدود ذمہ داری کو معاملات کے فساد میں مؤثر کہا جائیگا تو ان تمام اداروں کے ساتھ لوگوں کے معاملات فاسد اور ناجائز ٹھہر جائیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

گے، حالانکہ آج تک کسی نے ان اداروں کے ساتھ معاملات کو محدود ذمہ داری کی بنیاد پر ناجائز نہیں کہا۔

في الشامية :

" القرض لا يتعلق بالجائز من الشروط فالفاسد منها لا يبطله ، ولكنه يلغو ، كشرط ردشئى آخر ، فلو استقرض الدراهم المكسورة على أن يؤدي صحيحا كان باطلا ، وكذالو أقرضه طعاما بشرط رده في مكان آخر ، وكان عليه مثل ما قبض " . (۱۶۵/۵).

(جاری ہے ......) ۔

......☆☆☆☆☆......

...... الشریعہ اکادمی گوجرانوالہ کی علمی وفکری مطبوعات ......

خطبہ حجۃ الوداع: اسلامی تعلیمات کا عالمی منشور
جامع متن توضیحی محاضرات از: مولانا زاہد الراشدی
[صفحات:۱۴۴- قیمت ۱۰۰ روپے]

اسلام اور انسانی حقوق
(اقوام متحدہ کے عالمی منشور کے تناظر میں)
محاضرات از: مولانا زاہد الراشدی
[صفحات:۱۲۰- قیمت:۶۵ روپے]

متون حدیث پر جدید ذہن کے اشکالات
از قلم: ڈاکٹر محمد اکرم ورک
[صفحات:۵۱۲- قیمت:۲۵۰ روپے]

اطراف- دینی تعبیر کے چند نئے گوشے
مجموعہ مقالات: پروفیسر میاں انعام الرحمٰن
[صفحات:۲۷۶- قیمت:۳۵۰ روپے]

ماہنامہ الشریعہ کی خصوصی اشاعتیں
o بیاد: شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ o
[صفحات:۱۰۰۰، قیمت:۴۰۰ روپے]
o بیاد: ڈاکٹر محمود احمد غازیؒ o
[صفحات:۶۰۰، قیمت ۲۵۰ روپے]
o جہاد- کلاسیکی وعصری تناظر میں o
[صفحات:۲۶۴، قیمت ۲۵۰ روپے]

رابطہ: مکتبہ امام اہل سنت، جامع مسجد شیرانوالہ باغ، گوجرانوالہ موبائل: 0306-6426001 / 0334-4458256

......☆☆☆☆☆......

© rasailojaraid.com